بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۱ شمارہ ۵

— بیاد —
جانشین شیخ التفسیر امام الہدیٰ
حضرت مولانا عبیداللہ انور
نور اللہ مرقدہ

رئیس الادارہ
حضرت مولانا محمد اجمل قادری
مدظلہ

مجلس ادارت
عبدالرشید انصاری
ظہیر میر ایڈووکیٹ
انتظار حسین اسعد قادری

فی کاپی: -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے



۲۸ ذیقعد ۱۴۰۵ھ

نقطۂ نظر

31/5

کراچی کی تقریب میں اخبارات پر

صدر کی نکتہ چینی

..... کلام نرم و نازک بے اثر

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے کراچی میں اے پی این ایس کے نئے صدر کی جانب سے دیے گئے عشائیے کے موقع پر صحافیوں سے خطاب کرتے ہوئے اخبارات کی موجودہ روش پر سخت تنقید کی۔ انہوں نے کہا ہماری صحافت کل کے قاتل کو آج کا ہیرو بنا کر پیش کر رہی ہے اور اخبارات میں فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی خبریں اور تصاویر نمایاں انداز میں شائع کی جاتی ہیں۔

جہاں تک ذرائع ابلاغ کے مزاج اور روش کا تعلق ہے یہ ہمارا قومی المیہ ہے کہ قوم کی ذہنی اور فکری نشوونما کرنے والے ادارے اور اُن کے ارباب حل و عقد خود فکری انتشار اور ذہنی آوارگی کا شکار ہو چکے ہیں۔ صدر موصوف نے نجی شعبے میں چھپنے والے اخبارات کے مالکان کو وعظ فرمایا مگر سرکاری سرپرستی میں شائع ہونے والے اخبارات بھی تو اپنے صفحات کا پیٹ فلمی اشتہارات نسوانی تصاویر اور پولیس تھانوں کی فراہم کردہ جرائم کی خبروں سے بھر دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جنرل صاحب نے صدر مملکت ہوتے ہوئے ایک بے اختیار مصلح کی طرح قوم کا مزاج خراب کرنے اور نوجوان نسل کو بلاناغہ جنسیت خیز فکری خوراک مہیا کرنے والے اخبارات پر نکتہ چینی کرنے اور انہیں وعظ کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ بُرائی اور منکرات کے تاجروں کو دینی اقدار اور ملی مفادات تباہ کرنے سے باز رکھنے کے لیے انہوں نے نہ مارشل لاء کے کسی ضابطے یا صدارتی آرڈیننس کا اعلان کیا اور نہ ہی رہنمائی کے لیے کسی ایسے اخبار کا نام بتا سکے کہ حکومت نے وطن و ملت کے مفادات سے ہم آہنگ اور دینی تقاضوں کو محفوظ رکھنے اور صاف ستھری پاکیزہ صحافت کا آئینہ دار فلاں جریدہ شائع کیا ہے۔ مدیران گرام اور

ناشر: میاں محمد اجمل قادری، اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور، مطبع شرکت پرنٹنگ پریس لاہور

ایڈیٹر صاحبان اپنے اخبارات کو اسی کے طرز پر چلائیں اور اسے مشعلِ راہ بنائیں۔

جہاں تک تقریر اور وعظ کا تعلق ہے معاف کیجیے، کسی بھی مدرسے کے طالب علم اور مسجد کے امام کی طرح ہم بھی صدر صاحب سے زیادہ پُراثر اور اچھا وعظ کہہ سکتے ہیں۔ آخر کیا وجہ ہے کہ حکومت کے مخالفین یا اہلِ اقتدار سے اُن فٹ عناصر کے لیے تو ہر زاویے سے قوانین و احکامات کی ہمارے ہاں فراوانی ہے مگر فن اور ثقافت کے نام پر جنس اور فلم، گویّوں اور مراثیوں کے ایڈیشن شائع کر کے دولت کمانے اور نئی نسل کو تباہ کرنے والے چیتھڑوں پر قدغن لگانے کے لیے احتساب کا کوئی عمل یا مکافات کا کوئی ضابطہ صدر مملکت کے پاس بھی نہیں تو پھر ملک و قوم کا اللہ ہی حافظ ہے۔ پھر نظریہ پاکستان اور اسلامی نظام حیات کے خوبصورت نعروں سے اپنا دل بہلانے اور دوسروں کو نہ سہی تو کم از کم اپنے آپ کو ضرور دھوکہ دینا ہے۔ اگر صرف کہنا ہی تھا تو صدر مملکت کو اتنا تو کہنا چاہیے کہ جن لوگوں نے صحافت کو بطور تجارت اختیار کیا ہے اور تجارتی نقطۂ نگاہ ہی سے اپنے جریدوں کے صفحات کا میک اپ کرتے ہیں انہیں چاہیے کہ قوم پر رحم کریں اور اخبارات بند کر کے آٹا پیسنے کی ملیں لگالیں یا بے آباد زمینوں پر کاشت کاری کریں، حکومت ان سے تعاون کرے گی۔ اس طرح انہیں دولت کمانے کا خوب موقع ملے گا اور وہ شیطان کی نمائندگی سے بھی بچ جائیں گے۔

ہمارے نزدیک فلمی اشتہارات شائع کر کے اور فیشن ایبل عورتوں کی ہیجان خیز تصاویر چھاپ کر دولت کمانے کے کاروبار کی وہی حیثیت ہے جو شراب فروشی اور خنزیر کا گوشت بیچنے کی۔ یہ کاروبار چرس اور ہیروئن کے کالے دھندے سے کم گندا اور تھوڑا نجس نہیں ہے۔ آخر نشہ آور، اعصاب جسم کو شل کرنے والی ہیروئن اور فلم کے پردے پر جسم و حسن کی نمائش کرنے والی ہیروئن کی زہرناکی میں کیا فرق ہے؟ ایک جسم کے لیے قاتل تو دوسری روح اور ایمان کے لیے شیطان کا لگایا ہوا پھانسی کا پھندا ہے۔ چرس اور ہیروئن فروش اپنا مال ملک سے باہر سمگلنگ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ زیادہ دولت کمائیں اور یہ "اخبار ساز تاجر" فن اور ثقافت کو درآمد کر رہے ہیں۔ کسی بھی صبح کا اخبار اٹھا کر دیکھ لیں اس میں پاکستان کے علاوہ بھارت اور یورپ کی حسیناؤں، گویّوں اور ایکٹروں کی خبریں اور تصویریں ضرور موجود ہوں گی۔

بہرکیف اپنے صدر محترم کا آوارہ صفت صحافت کے لیے مصلحانہ خطاب سُن کر ہمیں خوشی نہیں ہوئی بلکہ ان کی بے بسی۔۔۔۔ یا دریا دلی پر افسوس ہوا ہے۔ خصوصاً ۹ اگست کے اخبارات دیکھ کر کہ اکثر اخبارات نے صدر گرامی قدر کی تقریر کے صرف وہ حصے شائع کیے جو اُن کے اپنے مطالبات سے متعلق تھے۔ صدر نے اخبارات پر جو تنقید کی اس کا کوئی لفظ شائع نہیں کیا گیا بلکہ پانچویں ٹیلی ویژن ایوارڈز کی تقریب کی خبر صدر جنرل ضیاء الحق کی تقریر سے زیادہ نمایاں انداز میں شائع ہوئی ہے۔ ہم صدر مملکت کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے آخر میں اتنی بات ضرور عرض کریں گے کہ بے لگام صحافت ہیرے کا جگر نہیں جسے پھول کی پتی سے کاٹا جاسکے۔ یہ نادانوں کا اژدہام ہے کلام نرم و نازک کو یہاں کمزوری اور پاگل پن کہہ کر اس کی آبرو لوٹ لی جاتی ہے۔

ع شاید کہ اُتر جائے ترے دل میں مری بات

سُنّی کنونشن کے مطالبات

راولپنڈی میں ۴ اگست کو متحدہ سنی محاذ پاکستان نے عظیم الشان کنونشن میں حکومت کے سامنے اپنے مطالبات پیش کر دیے ہیں۔ اب حکومت کا فرض ہے کہ وہ سُنّی قوم کے اضطراب کو دور کرنے کے لیے مؤثر عملی اقدامات کرے اور ملک کی دو یا زیادہ سے زیادہ تین فی صد آبادی کے ناجائز دباؤ، تحریک فقہ جعفریہ والوں کے پُرتشدد اور ایرانی تعاون کے مظاہروں سے مرعوب ہو کر کوئی ایسا فیصلہ نہ کرے جس سے ملک کی مذہبی فضا مکدر ہو اور سازگار حالات کو ٹھیس پہنچے۔ متحدہ سنی محاذ پاکستان کے کنوینر امام اہلسنت حضرت علامہ عبدالستار تونسوی نے جامعہ حنفیہ انوار العلوم راولپنڈی میں منعقدہ جلسہ عام سے اختتامی خطاب میں یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ فروعی اختلافات کو ہوا دینے یا کوئٹہ اور دیگر شہروں میں قانون ہاتھ میں لے کر ملک کی غالب اکثریت اہلسنت کے خلاف منظم ہونے والے لوگ دراصل اسلامی نظام حیات کے دشمن ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ قیام پاکستان کے وقت نہ ایوبی یا یحییٰ خانی دورِ حکومت میں فقہ جعفریہ کا نعرہ لگا اور نہ ہی پیپلز پارٹی کے عہد اقتدار میں یہ تحریک چلی صرف جنرل ضیاء الحق نے دعویٰ کیا تھا کہ وہ اسلامی نظام حیات نافذ کریں گے۔ اس کے ساتھ ہی فقہ جعفریہ کی تحریک معرضِ وجود میں آگئی حالانکہ ابھی اسلامی نظام جاری نہیں ہوا۔ اس کا مطلب واضح ہے کہ اسلامی نظامِ حیات سے اتفاق نہیں اختلاف ہے۔ اسی لیے ایک الگ فقہ کا مطالبہ اٹھایا گیا ہے۔ علامہ تونسوی صاحب نے یہ سوال بھی کیا کہ جن لوگوں کو قرآن و سنت کے نظام سے اتفاق نہیں ان کی فقہ کی اساس کیا ہے اور وہ کس چیز کی فرع ہے۔ انہوں نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ "متحدہ سُنی محاذ" حکومت میں حصہ دار بننے کے لیے یا منصب، عہدے اور مراعات حاصل کرنے کے لیے قائم نہیں کیا گیا۔ ہمارا مقصد صرف صحابہ کرامؓ، اہلبیت اطہارؓ اور حضور رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و ناموس کا تحفظ، پاکستان میں اسلامی نظامِ حیات کو نافذ کرنا، غیر ملکی مداخلت اور سازشوں کا راستہ بند کرنا اور فتنہ کی سرکوبی ہے۔

ہمارے خیال میں حکومت اور کسی بھی باشعور محب وطن پاکستانی کو متحدہ سنی محاذ کے قائد کے خیالات کی تائید کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرنی چاہیے اور مناسب یہی ہے کہ سُنّی محاذ کے مطالبات تسلیم کر کے اربابِ حکومت حقیقت پسندی اور دانشمندی کا ثبوت فراہم کریں۔

عظیم تر سُنّی اتحاد

راولپنڈی کے دینی زعماء اور کارکن حضرات مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے ملی شعور کی پختگی اور عملِ پیہم کا مظاہرہ کرتے ہوئے ۴ اگست کو متحدہ سُنی محاذ کے زیر اہتمام نہایت تزک و احتشام سے سُنی کنونشن کے انتظامات کیے اور بہترین نظم و ضبط کا ثبوت دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اربابِ حکومت اور اصحاب سیاست جو چاہیں سوچیں اور بناتے رہیں مگر جہاں تک پاکستان میں اسلامی نظامِ حیات کے لیے جدّوجہد کا تعلق ہے اس نے راولپنڈی کے سُنی کنونشن کے انعقاد کے ساتھ ایک نئی صورت اختیار کر لی ہے، صاف اور واضح صورت، وہ حکمران اور سیاستدان جو آج تک اسلام کا نام اسے سمجھے بغیر محض لوگوں کو مطمئن رکھنے کے لیے استعمال کرتے رہے ہیں، سُنی کنونشن کے جلسوں میں ہونے والی تقاریر اور مطالبات سے ان کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں کہ اسلامی نظام حیات مغرب و مشرق پرست اقتدار کی خواہاں کسی سیاسی پارٹی کے منشور کا نام نہیں ہے، (باقی ص ۲۰ پر)

حمد خدائے برتر

رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

مہر و مہتاب سے افلاک سجاتا ہے وہی
رات کو پردہ ستاروں سے اٹھاتا ہے وہی
خاک پر شال شعاعوں کی بچھاتا ہے وہی
صبح کرتا ہے وہی شام دکھاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

خالقِ اَنفُس و آفاق خدائے برتر
مالکِ ارض و سما، جلوہ گرِ شام و سحر
رنگ و نور آب و ہوا سب ہیں اُسی کے مظہر
رزق دیتا ہے وہی، فصل اُگاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

آتشِ کفر کو گلزار، بنانے والا
آبجُو دشت کے سینے پہ بہانے والا
ابر پاروں کو ہواؤں پہ اُڑانے والا
پیاس، بارش سے زمینوں کی بجھاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

کہیں پتھریلی چٹانیں، کہیں دلکش کہسار
کہیں بے رنگیِ صحرا، کہیں رنگیں گلزار
کہیں جھرنے، کہیں دریا، کہیں بحرِ ذخّار
اپنی قدرت کے نشاں، سامنے لاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سو نظر آتا ہے وہی

کہیں آنکھوں کے ستارے کہیں چہروں کی دمک
کہیں خوابوں کے اُجالے، کہیں جسموں کی دھنک
کہیں کلیوں کا تبسّم، کہیں پھولوں کی مہک
رنگ و آہنگ کی تصویر بناتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

بُجھنے لگتا ہے جو صَرصَر سے چراغِ احساس
ٹوٹنے لگتی ہے پت جھڑ کے ستم سے جب آس
کون پہناتا ہے اشجار کو سر سبز لباس
ہر نئی رُت میں نئے رنگ دکھاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سو نظر آتا ہے وہی

کوئی کرتا ہے اگر فہم و فراست پہ غرور
یا کسی کو ہو یہاں منصبِ دولت پہ غرور
حسن پر ناز کرے کوئی کہ صورت پہ غرور
شانِ مغرور کو مٹّی میں مِلاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

بیکراں سارے جہانوں پہ ہے رحمت اُس کی
کم ہے جتنی بھی کرے کوئی عبادت اُس کی
اِک اِک سانس ہے انسان کو نعمت اُس کی
مارتا بھی ہے وہی اور جِلاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

وہ ازل سے ہے ابد تک اَحَد و لافانی
کوئی ساتھی ہے نہ ہمسر ہے نہ اس کا ثانی
ماسوا اللہ، ہر اک چیز ہے آنی جانی
اس حقیقت کا یقیں سب کو دلاتا ہے وہی
رنگ و آہنگ میں ہر سُو نظر آتا ہے وہی

رشید کامل

محمد عثمان غنی
بی۔ اے واہ کینٹ

آہ میرے مرشدِ ثانی

امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور رحمۃ اللہ علیہ

جذباتِ غم:

مخدومنا و مرشدنا جانشینِ شیخ التفسیر امام الہدیٰ حضرت مولانا عبیداللہ انور صاحب رحمہ اللہ تعالٰے مندرجہ ذیل اشعار اکثر و بیشتر اپنی مجالسِ ذکر میں پڑھا کرتے تھے ؎

غنیمت جان لو مل بیٹھنے کو
جُدائی کی گھڑی سر پر کھڑی ہے

... ...

موت سے کس کو رستگاری ہے
آج وہ کل ہماری باری ہے

... ...

جان دی دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہُوا

لیکن کیا خبر تھی کہ آپؒ ہم سے اتنی جلدی جُدا ہو جائیں گے اور بزم اتنی جلدی سُونی ہو جائے گی ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
فصلِ گُل سیر نہ دیدیم بہار آخر شد

آپؒ کی رحلت لاکھوں متوسلین کے لیے بہت ہی بڑا صدمہ ہے جب آپؒ نے اپنے خلفِ اکبر حضرت مولانا محمد اجمل قادری صاحب دامت برکاتہم کو اپنا جانشین مقرّر فرمایا اور دیگر خلفاءِ کرام کے اسماءِ گرامی کی فہرست جاری فرمائی تو اُسی وقت سے خطرے کی گھنٹی بج گئی تھی تاہم مجلسِ ذکر اور خطبۂ جُمعہ کے لیے آپؒ کی مسجد میں تشریف آوری سے اُمید بندھ جاتی اور جماعت کے لیے تسکین کا سامان بہم پہنچ جاتا۔ اچانک آپؒ کی شدید علالت کی خبریں اخبارات میں شائع ہوئیں تو جماعت کا ہر فرد بے قرار ہو گیا۔ آخر ۲۸ اپریل ۱۹۸۵ء صبح سات بج کر ۲۵ منٹ پر آپؒ کی روحِ مطمئنّہ عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی اور ملک کے طول و عرض میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔

ہمارے گھر میں ٹیکسلا کے مولانا محمد داؤد صاحب مدظلہ، کے صاحبزادۂ محترم نے صبح ساڑھے دس بجے فون پر اطلاع دی تو میرے چھوٹے بیٹے محمد عرفان غنی نے فوراً مجھے دفتر میں فون کیا اور بتایا کہ ہمارے حضرت صاحبؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ الفاظ سننے تھے کہ دل پر بجلی سی گری، آنکھوں سے آنسو اُبل پڑے اور میں فوری طور پر دفتری کاغذات سمیٹ کر عازمِ لاہور ہو گیا۔ عصر کے وقت جب میں شیرانوالہ گیٹ پہنچا تو نُورانی چہرے والے لکھوکھا ارادت کیش حضرات کا بے پناہ ہجوم موجود تھا جن کے ظاہر و باطن کو چمکانے والے خود عالمِ جاودانی کی طرف کُوچ فرما گئے تھے۔ ہمارے دوست جناب ظہیر میر صاحب اعلان فرما رہے تھے کہ حضرتِ اقدسؒ کا جنازہ مغرب کے بعد اُٹھایا جائے گا۔ مسجد کے صحن میں ہمارے مخدوم عالی مقام جناب مولانا محمد اجمل قادری دامت برکاتہم بڑے حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ کی دستارِ مبارک اور حضرت مولانا حبیب اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کُرتا مبارک زیبِ تن کیے دلِ فگار عُشاق کے مجمع کے درمیان تشریف فرما رہے تھے۔ آپ کی دستار بندی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے گھر سے یہ تبرکات منگوا کر حضرت درخواستی دامت برکاتہم نے اکابر علماء کرام کی موجودگی میں فرمائی۔ حضرتؒ کے غسل میں ہمارے مخدوم قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے شرکت فرمائی۔ آپ کا بیان ہے کہ حضرتؒ کا جسم بالکل نرم تھا اور آپؒ ہمیشہ شہادت کی موت کی دُعا فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو شہادت ہی کی موت عطا فرما دی۔

دوسری طرف ہمارے مکرم و محترم ڈاکٹر محمد اکمل صاحب دامت برکاتہم کی بھولی بھالی اور معصوم شکل نظر پڑی جو ہمارے حضرت کے چھوٹے نور العین ہیں۔ اُن کے چہرے پر اپنے عظیم والدِ گرامی کی جُدائی کے آثار اور اُداسی کی کیفیّت ہویدا تھی۔ دونوں صاحبزادگان کی خدمت میں حاضری کے بعد احقر نے مدرسۃ البنات کے صحن میں اپنے محبوب شیخ کی آخری زیارت کی سعادت حاصل کی۔ یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپؒ سو رہے ہیں۔ نمازِ مغرب کے بعد جنازہ اُٹھا تو عشّاق کی اَن گنت تعداد ساتھ تھی۔ چارپائی کے ساتھ بہت لمبے لمبے بانس باندھے گئے تاکہ کوئی بھی شخص اپنے محبوب شیخؒ کے جنازہ کو آخری بار ہاتھ لگانے کی سعادت سے محروم نہ رہے۔ پولیس آگے آگے وی آئی پی کے جلوس کی طرح موٹر سائیکلوں پر سوار ہو کر لوگوں کو راستے سے ہٹانے کے لیے سائرن بجا رہی تھی اور جنازے کے دونوں طرف نوجوان عُشّاق کی ٹولیوں نے اطراف سے رستہ کُھلا رکھنے کے لیے قطاریں بنا کر جنازے کے ساتھ چلنا شروع کیا۔ جدھر دیکھیے لمبے کرتوں اور سفید عماموں والے باریش حضرات ہی کی شکلیں نظر آتیں جو اپنے شیخ کے جنازہ کے پیچھے پیچھے باادب چل رہے تھے۔ حتّیٰ کہ رات کے ساڑھے آٹھ بجے سے قبل جنازہ یونیورسٹی گراؤنڈ پہنچا۔ لاکھوں کا مجمع تھا۔ صفیں درست کرانے میں کافی وقت لگ گیا۔ پھر حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب دامت برکاتہم نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔ اس کے بعد میانی صاحب کے قبرستان میں حضرت شیخ التفسیرؒ کے پہلو میں حضرتِ اقدسؒ کو آسودۂ خاک کر دیا گیا۔ ہمارے محترم بزرگ جناب ماسٹر لال دین اخگر صاحب مدظلہ العالی پی۔ ایچ ڈی (مصنّف انوارِ ولایت) نے حضرت شیخ التفسیرؒ کے وصال پر جو شعر کہا تھا وہ آج حضرت امام الہدیٰؒ کی رحلت پر بھی حسبِ حال ہے کیونکہ ساری جماعت تیئس سال کے بعد دوبارہ یتیم ہو گئی ہے ؎

ہم یتیموں سے بھی ابتر حال ہیں
ہائے ہم پامال ہیں پامال ہیں

ہمارے حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کی جُدائی کا صدمہ جماعت کو ۲۳ فروری ۱۹۶۲ء کو پیش آیا تو حضرتِ اقدس مولانا عبیداللہ انور صاحب (جن کو ہم اب تک "دامت برکاتہم" کے لقب سے یاد کیا کرتے تھے اور اب "رحمۃ اللہ علیہ" کے الفاظ کا اضافہ عجیب سا معلوم ہوتا ہے) کی شفقتوں سے پُر شخصیت نے احبابِ جماعت کے غم میں کمی فرما دی اور یہ سلسلۂ خیر و برکت ۲۳ سال تک چلتا رہا مگر اب وہ خود بھی جنّت کو سدھار گئے ہیں تو احبابِ جماعت کے دل بے قرار ہیں اور آنکھیں اشک بار ہیں۔

ع آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

اللہ تعالٰے ہمارے عظیم مرشدِ ثانیؒ کو اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے اور آپ کے درجات بلند فرمائے۔ آپ کے جانشینِ محترم حضرت مولانا محمد اجمل قادری صاحب مدظلہ کو ہمّت اور توفیق عطا فرمائے کہ وہ حضرت شیخ التفسیرؒ کے لگائے ہوئے باغ کی اسی طرح آبیاری کریں جس طرح حضرت امام الہدیٰ نے کی۔ ہر شخص یہی سمجھتا تھا کہ حضرت کو جتنی شفقت اس سے ہے اتنی کسی اور سے نہیں ہے۔ کوئی امیر غریب یا شہری دیہاتی کا امتیاز نہ تھا۔ سب

کی بات پورے انہماک سے سُنتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ جب میں لاہور سے واپس آنے لگا تو حضرت مولانا محمدّ اجمل قادری صاحب مدظلہ العالی سے روتے ہوئے معانقہ کیا۔ آپ نے تسلّی دیتے ہوئے فرمایا۔ "آپ کے لیے حضرت کا در ہر وقت کھُلا ہے۔ جب چاہیں تشریف لائیں۔

حضرت سے میری پہلی ملاقات

میرے مرشدِ اوّل حضرت لاہوریؒ کے وصال کے بعد حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ موضع لوسر شرفو (نزد واہ کینٹ) میں مورخہ ۹ جولائی ۱۹۶۲ء کو تشریف لائے۔ نہایت قابلِ رشک صحت تھی۔ پہلوانوں کی طرح گٹھا ہوا جسم تھا۔ آپ اتنا تیز چلتے تھے کہ ہم لوگ قدم بھی ساتھ نہ ملا سکتے تھے۔ اُس جلسہ میں میں نے حضرت لاہوریؒ کے چیدہ چیدہ ملفوظات پڑھے تو حضرت کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور جلسہ کے اختتام پر مجھے بازو سے پکڑ کر پاس بٹھا لیا اور پوچھا کہ "آپ کون ہیں؟" میں نے اپنا نام و پتہ بتایا اور عرض کیا کہ گوجرانوالہ کا رہنے والا ہوں اور بسلسلۂ ملازمت واہ کینٹ میں مقیم ہوں"۔ نیز میں نے یہ بھی عرض کیا کہ "میں حضرت لاہوریؒ سے بیعت ہوں"، تو آپ بہت خوش ہوئے اور فرمایا "پھر تو آپ ہمارے بھائی ہوئے"۔ اس ملاقات کے بعد ایسی شفقتیں فرمائیں کہ بس پھر تو ہم دیوانہ وار حضرتِ اقدسؒ کے ساتھ ساتھ ہی رہتے تھے۔ جب بھی حضرتؒ کا ورودِ مسعود راولپنڈی کی طرف ہوتا تو میں ساتھ خادمانہ حیثیت سے شریکِ سفر ہو جاتا۔ جب تک پروگرام ختم ہونے کے بعد گاڑی لاہور کے لیے روانہ نہ ہو جاتی میں واپس نہ آتا۔ ایسے مواقع پر اکثر میری زبان سے بے اختیار شعر نکل جاتے۔ مثلاً

ع چل دیے لاہور کو جب حضرتِ عالی وقار
ہم کھڑے تھے اور چلتی جا رہی تھی ریل کار

ع ہم کھڑے دیکھا کیے پنڈی سے جب گاڑی چلی
خوش رہو اے جانشینِ حضرتِ احمد علیؒ

ع چل دیے لاہور کو جب حضرتِ عالی مقام
ہم کھڑے تھے اور چلتی جا رہی تھی تیز گام

پھر تو اسفار کا سلسلہ پشاور سے کراچی تک چلا گیا اور احقر نے اکثر اسفار آپؒ کے ساتھ کیے۔ اس گنہ گار پر آپ کی اس قدر عنایات تھیں کہ جن کا شمار مشکل ہے۔ سندھ کے سفر کے دوران رات کو گاڑی میں خود سیٹ سے اُتر کر آپؒ فرش پر کپڑا بچھا کر بیٹھ گئے اور مجھے سیٹ پر سُلا دیا اور تکیہ میرے سر کے نیچے رکھ دیا۔ میں نے بارہا انکار کیا مگر خاموش رہنے کو فرمایا اور تسلّی دی کہ ابھی مجھے نیند نہیں آئی۔ میں پڑھ رہا ہوں، تم تھوڑی دیر آرام کر لو۔ لمبا سفر ہے۔ جہاں تک آپؒ کی ملاقاتوں کا ذکر ہے بندہ نے ایک تاریخ وار چارٹ مع مقام اور عطیّات تیار کر رکھا ہے جس کے اندراج کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ ایک دفعہ لاہور کے سفر کے دوران میری جیب کٹ گئی۔ آپؒ کو اطلاع ملی تو آپ نے فوراً دو بٹوے عطا فرمائے جن میں ۱۲۶ روپے کی رقم تھی۔ یہ ۲ جون ۱۹۶۶ء کا واقعہ ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے اپنی ایک سبز رنگ کی چادر اور ایک چارخانہ استعمال شدہ چادر مجھے پنڈی اور نوشہرہ کے اسفار کے دوران عطا فرمائیں۔ ایک دفعہ لاہور حاضر ہُوا تو ایک بڑا رومال عطا فرمایا جو میرے پاس اب تک محفوظ ہے۔ میں ان اسفار کے دوران آپؒ کے مواعظِ حسنہ نوٹ کرتا تو بہت خوش ہوتے کہ تم دُور دُور بیٹھے ہوئے لوگوں تک دین کی بات پہنچا دیتے ہو۔ احقر کو ایک عرصۂ دراز تک خطبۂ جمعہ اور مجلسِ ذکر کے مضامین قلمبند کرنے کی بھی سعادت ملی اور پھر حضرت لاہوریؒ کے ملفوظاتِ طیبّات بھی ترتیب دیے جس سے آپ بے حد خوش ہوئے اور دعاؤں سے نوازا۔

حضرتؒ سے میری آخری ملاقات

آپؒ سے میری آخری ملاقات

۲۴ جنوری ۱۹۸۵ء کو شیرانوالہ مسجد میں ہوئی جبکہ عوارض کی بنا پر کافی نحیف ہو چکے تھے۔ آپؒ کی کمزوری دیکھ کر میرے آنسو نہ تھمتے تھے۔ آپؒ نے اپنی روایتی شفقت سے پاس بٹھا لیا اور تسلّی دیتے رہے۔ میرا چھوٹا بیٹا محمدّ عرفان غنی بھی سعودی عرب سے واپسی پر آپ کی کفش بوسی کے لیے میرے ہمراہ حاضر ہُوا تو اس کو بھی دعاؤں سے نوازا۔ کیا خبر تھی کہ ہم آخری بار اپنے محبوب شیخؒ کے چہرۂ نورانی کی زیارت کر رہے ہیں اور پھر ہمیں آپؒ کی شفقت بھری آواز کبھی سنائی نہ دے گی

ع ہائے او موت تجھے موت ہی آئی ہوتی

میں جب بھی لاہور حاضر ہوتا تو آخری وقت تک منتظر رہتا۔ جب حضرتِ اقدس سارے احباب سے فارغ ہو کر سحور کے قریب گھر تشریف لے جاتے تو چند تعویذ لینے والے حضرات ساتھ جاتے اور میں بھی درِ اقدس تک ساتھ جاتا۔ وہاں پر الگ گلی کے کونے پرلے جا کر خصوصی بات چیت فرماتے۔ اب ہم کہاں سے ایسے مشفق مربّی کو ڈھونڈیں گے؟

واہ کینٹ میں حضرتؒ کا پہلا ورودِ مسعود

حضرت اقدس مورخہ ۱۷ مئی ۱۹۶۳ء کو پہلی بار واہ کینٹ ہمارے غریب خانے پر رونق افروز ہوئے تو میں نے اپنی بیٹی ثمینہ غنی کو (جو اس وقت ۷½ سال کی تھی اور اب شادی شدہ اور چار بچوّں کی ماں ہے) ایک نظم لکھ کر ازبر کروا رکھی تھی جو اُس نے معصومانہ انداز میں پیش کی۔ حضرتؒ بہت خوش ہوئے اور بچّی کو دعاؤں اور انعامات سے نوازا۔ آج وہی نظم اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد پھر پڑھتا ہوں تو ہر شعر پر آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ نظم درج ذیل ہے؛

عقیدت کے پھُول

پیارا شہر مدینہ ہے
میرا نام ثمینہ ہے
چھوٹی سی اِک بچّی ہوں
اپنے قول کی سچی ہوں
میرا بھائی ہے رضوان
اُس سے چھوٹا ہے عرفان
ذکر خدا کا کرتے ہیں
اللہ سے ہم ڈرتے ہیں
غنی ہیں میرے ابّا جان
دادی کہتی ہیں عثمان
میرے حضرت انور ہیں
بے حد بندہ پرور ہیں
اُن کے پیارے اجمل ہیں
راج دُلارے اکمل ہیں
واہ میں آتے ہیں وہ جب
خوش ہو جاتے ہیں ہم سب
اپنے پاس بٹھاتے ہیں
ہم کو دین سکھاتے ہیں
میری ہے ہر وقت دُعا
اے اللہ! تو نیک بنا
تیرے دین سے الفت ہو
بُری نہ کوئی خصلت ہو
ہر اک گھر میں پھیلے دین
سب کے سب کہیئے آمین

خواب میں احقر کو حضرتؒ کی زیارت

لاہور سے واپسی پر احقر نے ہر روز ایک پارہ پڑھ کر حضرتِ اقدسؒ کی رُوحِ پُر فتوح کو ایصالِ ثواب کرنے کا معمول بنا لیا۔ ۲۵ مئی ۸۵ء (۴ رمضان المبارک ۱۴۰۵ھ) سحُور کے وقت بندہ کو حضرتِ اقدسؒ کی زیارت اس حال میں ہوئی کہ بندہ مستی گیٹ لاہور سے باہر آ رہا ہے اور مخالف سمت سے ایک سفید کار مستی گیٹ کی طرف آ رہی ہے۔ پچھلی سیٹ پر حضرتؒ تشریف فرما ہیں۔ آپؒ کی دائیں اور بائیں جانب دو حضرات ہیں جن کو احقر نہیں پہچانتا۔ آپؒ نے سفید اچکن زیب تن کر رکھی ہے اور سر پر سلیٹی رنگ کی قراقلی کی ٹوپی ہے۔ بندہ کو دیکھ کر آپؒ نے کار رکوائی اور مجھ سے معانقہ فرمایا۔

احقر نے پوچھا۔ "حضرت! آپ کی کمر کی تکلیف کا کیا حال ہے؟" فرمایا۔ "وہ تو اسی طرح ہے البتہ پیٹ بہت اچھا ہو گیا ہے۔" اس کے بعد آپؒ نے یہ الفاظ ارشاد فرمائے۔ "عبیداللہ اجمل" اور پھر احقر کی آنکھ کھل گئی۔ اس سے میں نے یہ نیک فال لی کہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد اجمل قادری صاحب دامت برکاتہم بھی اپنے عظیم والد گرامیؒ کی صحیح جانشین ثابت ہوں گے اور شیرانوالہ کا روحانی مرکز آباد و شاداب رہے گا۔ نیز حضرتؒ فرما رہے ہیں کہ جماعت کے تمام افراد حضرت مولانا محمد اجمل قادری صاحب مدظلہٗ سے بھی عقیدت ادب اور اطاعت کی تین تاروں سے اسی طرح کنکشن جوڑے رکھیں جس طرح حضرت شیخ التفسیرؒ کے ساتھ اور ان کے بعد آپؒ کے ساتھ جوڑ رکھا تھا۔ انشاء اللہ فیض آئے گا۔ اللہ تعالےٰ ہمیں اس دروازے کا غلام بنائے رکھے، آمین۔

واہ کینٹ کے درس قرآن و حدیث کی سرپرستی

۱۹۶۴ء سے واہ کینٹ میں حضرت شیخ التفسیرؒ کے خلیفۂ مجاز حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم نے درسِ قرآن و حدیث کا سلسلہ جاری فرمایا تو امام الہدیٰ نے اس کی سرپرستی قبول فرمائی۔ آپؒ ہر سال سالانہ درس میں تشریف فرما ہوتے۔ آپ کی چند یادگار تحریریں ہمارے ریکارڈ میں محفوظ ہیں۔ وہ تبرکاً پیشِ خدمت ہیں:

۷۸۶

الحمد للہ درس قرآن حکیم کی دوسری سالگرہ میں حاضر ہو کر انتہائی مسرت حاصل ہوئی، آج سے دو برس قبل جب درس قرآن عزیز واہ کینٹ میں شروع ہوا تھا تو صرف چند مقامی احباب اس میں شریک ہوا کرتے تھے لیکن اب خدا کے فضل و کرم سے دور دراز مقامات سے لوگ سفر کی صعوبتیں طے کر کے شریک درس ہوتے ہیں۔ دراصل جہاں یہ قرآن کریم کی کشش ہے، اسکی برکت ہے وہاں یہ حضرت قاضی صاحب موصوف کے اخلاص و للہیت اور داعی حضرات کے خلوص کی بھی دلیل ہے۔

چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی روز اول سے دست و گریبان رہا ہے آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔ چنانچہ یہاں بھی شیطان نے روڑے اٹکانے کی انتہائی کوشش کی لیکن جیسے ہمیشہ صداقت کے مقابلہ میں طاقت نے شکست کھائی ہے یہاں بھی قل جاء الحق الایۃ کا منظر دیکھنے میں آیا۔ منتظمین حضرات کو اس کار خیر کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھ کر انتہائی خلوص سے انجام دے رہے ہیں۔ انعقاد درس اور مہمانوں کی خدمت کے مصارف آپس میں بانٹ لیتے ہیں، چندہ وغیرہ قطعی نہیں کرتے۔ حق تعالیٰ انکی اس خدمت کو شرف قبول سے نوازیں۔ میں صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان "خدام قرآن" کو دین و دنیا میں عزت و عظمت اور برکت عطا فرمائیں آمین اور انکی نسلوں کو خدمت اسلام کے لئے قبول فرمالیں یا الہ العالمین آمین

محتاج دعا

سیہ کار احقر عبیداللہ انور ۱۴ رجب المرجب ۱۳۸۶ھ / ۳۰ اکتوبر ۱۹۶۶ء

حال وارد واہ کینٹ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ٥

حامداً و مصلیاً و مسلماً، اما بعد:

اللہ تعالیٰ کا بے انتہا شکر ہے کہ اس نے ہم سب کو اپنی عظیم الشان کتاب ہدایت سے سرفراز فرمایا اور جس قدر اس کا شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ہم بے بضاعت، ناتواں اور بے وسیلہ انسانوں کو اپنی عظیم و جلیل کتاب کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ ٥

گزشتہ تین برس سے یہ درس قرآن حکیم پوری آن بان اور شان کے ساتھ جاری و ساری ہے اب اس کے احسانات اور انعامات میں سے دوسری سعادت درس قرآن کے خدمت گزاروں کو نصیب ہو رہی ہے کہ آج سے درس حدیث کی باقاعدہ و باضابطہ ابتدا ہو رہی ہے۔ خدا کو منظور ہے تو

درس قرآن مجید کے ساتھ ساتھ درس حدیث نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی انشاء اللہ جاری رہے گا۔

یہ نعمت اللہ اکبر کوشش سے کی جائے ہے

کتنے خوش نصیب ہیں ہمارے محترم بزرگ حضرت قاضی صاحب جو حسبۃً للّٰہ وخالصۃً لوجہ اللہ ہر ماہ کے شہر میں کیمل پور سے اپنی گرہ سے کرایہ خرچ کر کے اپنا قیمتی وقت صرف کر کے تشریف لاتے ہیں اور نہایت پابندی وقت کے ساتھ درس قرآن مجید دیتے ہیں اور اب انشاء اللہ تعالیٰ درس حدیث بھی دیا کریں گے۔ میں اس مبارک و مسعود تقریب پر اپنے محترم بزرگ حضرت قاضی صاحب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اور ساتھ ہی ان کے خوش قسمت معاونین اور خدمت قرآن میں دل سے دوڑے تھے۔ مخلص ہر حیثیت اور ہر طرح سے شریک ایسے خوش بخت و نیک نفس بھائیوں کو بھی صدیہ تبریک پیش کرتا ہوں اور ان کے لئے بھی بصمیم قلب دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت خدمت قرآن اور خدمت حدیث کو شرف قبول سے نواز کر ان کی اور ان کے اہل وعیال و جملہ متعلقین و متوسلین کی نجات دارین کا ذریعہ بنائیں اور اولاً ہم سب کو اور دنیا بھر کے مسلمانوں کو حق تعالیٰ سے نہ قرآن حکیم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی عظیم و جلیل برکات سے استفادہ کرنے اور ان کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی توفیق ارزانی فرمائیں

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

راقم

۲۳ شعبان المعظم ۱۳۸۷ھ
۲۶ نومبر ۱۹۶۷ء

سیہ کار انور عبید اللہ انور

حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا خراجِ عقیدت

حضرت لاہوری نور اللہ مرقدہٗ کے خلفاءِ کرام میں سے ہمیں زیادہ استفادہ کرنے کا موقع حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم سے ملا ہے۔ آپ ہر ماہ کے آخری جمعہ کو واہ کینٹ میں درسِ قرآن و حدیث ارشاد فرماتے ہیں جو گذشتہ ۲۱ برس سے جاری ہے۔ اس وقت درس سُورۂ نوح پر ہو رہا ہے۔

حضرتِ اقدس کی وفات سے دو روز قبل یعنی ۲۶ اپریل ۱۹۸۵ء کے درسِ قرآن کے بعد حضرت قاضی صاحب نے حاضرین درس سمیت یہ دُعا فرمائی:

"..... یا اللہ! جتنے بھی چھوٹے بڑے بیمار ہیں سب کو شفاء نصیب فرما۔ ہمارے امام الہدیٰ دامت برکاتہم العالیہ کو شفاءِ کاملہ عاجلہ نصیب فرما۔ اُن کے وجود کو یا اللہ! تا دیر سلامت رکھ۔ اُس آستانے کو یا اللہ! قیامت تک آباد فرما یا اللہ! باقی بیماروں کو بھی شفاء عطا فرما......"

دوبارہ خصوصی دُعا

حضرت کے لیے پھر دعا فرمادیں۔ اللہ اُن کو شفاء عطا فرمائے۔ اللہ ان کے وجود کو تا دیر سلامت رکھے۔ اللہ ان کو صحت کاملہ کے ساتھ اپنے گھر لائے۔ اللہ تعالیٰ اُس آستانہ کو اپنی رحمت کے ساتھ شاداب اور آباد رکھے۔ اس برصغیر کا وہ بہت بڑا محسن خاندان ہے۔ اللہ ان سب کو اپنی رحمتوں سے نوازے۔ اللہ ہمارے حضرت شیخ التفسیرؒ کی قبر کو مزید پُرنور فرمائے۔ اللہ! ہماری کوتاہیوں کو معاف فرمادے۔ وہ جو امانت ہمارے سپرد فرما گئے ہیں ہمیں اللہ تعالےٰ توفیق عطا فرمائے کہ ہم وہ دوسروں تک پہنچا سکیں۔ اللہ اپنے ذکر کی بہت زیادہ توفیق عطا فرمائے۔"

٭ ٭ ٭

پھر اگلے ماہ کے درس منعقدہ ۳۱ مئی ۱۹۸۵ء کے آغاز ہی میں مندرجہ ذیل طویل ارشادات حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں فرمائے اور دو ختم قرآن بھی کیے گئے:

"..... آج کا ہمارا یہ درس پہلے درسوں سے کچھ مختلف نوعیت کا ہے یہ ساری جتنی دینی یا قرآنی بہار ہے، یہ سب اُن دینی بزرگوں کی برکت سے تھی اور اب بھی ہے جنہوں نے اپنی ساری زندگی اس امر پر منعطف کر دی تھی کہ دنیا میں اللہ کا کلام پھیلے، لوگ اللہ تعالےٰ کے کلام کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی لوگوں کو دعوت انہوں نے دی۔ اُن کی ساری زندگی اس امر پر گزری۔ شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ، آپ سب دوست جانتے ہیں کہ جس وقت بڑے بڑے مدارس میں قرآن کے ترجمے کا رواج نہیں تھا، قرآن کریم کا ترجمہ نصاب میں داخل نہیں تھا، اس وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لاہور میں درسِ قرآن کی بنیاد رکھی اور جہاں تک میرا چھوٹا سا مطالعہ ہے، اس سارے برصغیر میں سب سے پہلے طلباء کو جس ذاتِ بابرکات نے قرآن کریم کے ترجمے کی طرف متوجہ فرمایا وہ حضرت مولاناؒ ہی کی ذات ہے۔ اللہ ان کی قبر پر رحمتیں نازل فرمائے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جب دار العلوم دیوبند میں یا ڈابھیل میں دَورہ پڑھایا جاتا تھا۔ دورۂ حدیث۔ اس کے بعد ان طلباء سے یہ فرمایا جاتا تھا کہ اب لاہور میں شیرانوالہ دروازہ میں جا کر مولاناؒ سے قرآن کا ترجمہ پڑھیں۔ تو اس دَور کے جو محدّث تھے، صرف شیخ الحدیثؒ نہ تھے بلکہ محدّث تھے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیریؒ، جن کے بارے میں علماء کا متفق علیہ فیصلہ ہے کہ شاہ صاحبؒ کی زندگی میں اُن سے پہلے پانچ سو سال ایسا عالم، ایسا حافظے والا، ایسا محقق عالم، ایسا عالم باعمل کوئی نہیں گزرا اور بعد میں تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں مگر دن بدن حالات ایسے ہی ہو رہے ہیں۔ تو وہ انور شاہ صاحبؒ طلباء سے فرماتے تھے کہ اب آپ جا کر شیرانوالے میں حضرتؒ سے قرآن کا ترجمہ پڑھیں۔ حضرت مدنیؒ تو آپؒ کے بہت بڑے عاشقِ زار تھے، وہ تو بڑی تاکید فرماتے تھے کہ لاہور جا کر ترجمہ اور تفسیر حضرت مولاناؒ سے پڑھو۔ تو اس لیے میں عرض کر رہا ہوں کہ اس وطن میں دَورۂ تفسیر، قرآن کی طرف متوجّہ کرنے والی ذات سب سے پہلے اس دَور میں مولانا احمد علی صاحبؒ ہیں کہ جنہوں نے علماء کو توجہ کیا۔ آج جہاں کہیں جس مکتبِ فکر کی مسجد سے آپ کو قرآن کا آواز آتا ہے یہ سب مولاناؒ کا فیض ہے۔ پہلے کہاں تھے؟ حضرت نے توجّہ دلائی، حضرتؒ نے شروع کیا، اس کے بعد اللہ نے وہ قبولیت بخشی کہ آج جگہ جگہ درسِ قرآن ہو رہے ہیں۔ پھر ان کے دُنیا سے جانے کے بعد اُن کے سچے جانشین امام الہدیٰ مولانا عبید اللہ انور رحمۃ اللہ علیہ نے اِس منصب کو ایسا سنبھالا کہ سنبھالنے کا حق ادا کر دیا۔ لوگ عموماً ٹیپ ٹاپ پسند کرتے ہیں۔ حقیقت سے لوگ بے خبر ہوتے ہیں۔ ہم گنہ گار بھی کوئی باخبر نہیں ہیں مگر کچھ قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا ہے۔ حضرت مولانا عبید اللہ انورؒ واقعی اس دَور کے امام الہدیٰ تھے، ان کی ایک صفت نہیں ہے کہ میں آپ کے سامنے بیان کروں، بلکہ جسے عالمِ بالا میں امام الہدیٰ کہا گیا ہو، ہدایت کا امام۔ اِس دَور میں، تو وہ کچھ مقام رکھتا ہوگا نا جی؟ اُن کی شفقتیں، اُن کی توجہات، اُن کا پیار ان کی دعائیں، یہ ساری کی ساری ہم گنہ گاروں کے لیے ایک بہت بڑی قوت تھی مگر افسوس ہے کہ آج وہ ہم میں موجود نہیں ہیں۔ وہ ہم سے جُدا ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی قبروں پر کروڑھا رحمتیں نازل فرمائے۔ ہمیں ایک گونہ اطمینان ہے کہ ہمارے اکابر کی زندگی بھی علمی

منہاج النبوۃ ہوتی ہے، یعنی اس طریقے پر چلتے ہیں جو طریقہ ہے امام الانبیاء کی پیروی کا۔ منہاج النبوۃ کا یہ معنی نہیں ہے کہ نبی ہونا بلکہ یہ ہے کہ جو طریقہ تھا امام الانبیاء کا، رہنا سہنا جسے ہم سنّت کہتے ہیں۔ ہمارے اکابر رحمۃ اللہ علیہم اپنی زندگی میں وہ سنّت کے پیروکار رہتے ہیں۔ وہ نہ دائیں دیکھتے ہیں نہ بائیں دیکھتے ہیں۔ وہ نتیجہ نہیں دیکھتے اثر نہیں دیکھتے بس جو حکم ہوتا ہے من جانب اللہ۔ اس پر وہ چلتے رہتے ہیں۔ اور پھر اُن کا دنیا سے جانا بھی علیٰ منہاج النبوۃ ہوتا ہے۔ کیا مطلب؟ کہ جب نبی علیہ السلام، امام الانبیاء والمرسلین جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دی اپنی قوم کو تو اپنے چچے نے آپؐ کو پتھر مارا۔ سارے آپؐ کے خلاف تھے۔ آپؐ کے قتل کرنے کے منصوبے بنائے گئے۔ ایک وہ وقت تھا کہ آپؐ جب طائف سے واپس تشریف لائے (صلی اللہ علیہ وسلم) تو آپؐ مکّہ مکرمہ کے باہر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی ہوتا تو مجھے اپنی پناہ میں مکّے میں لے کر جاتا۔

ایک وہ وقت تھا امام الانبیاء والمرسلین کا کہ اپنی قوم اس حد تک آپ کے خون کی پیاسی تھی، لیکن قرآن پھر شہادت دے رہا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۝ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۝ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ۝ اے میرے حبیب! جب اللہ کی مدد آئے گی اور مکّہ فتح ہو جائے گا تو پھر دو چار کی بات نہیں ہے یہ فوجوں کی فوجیں آپؐ کے قدموں میں پڑیں گی۔ تو علیٰ منہاج النبوۃ کے معنی یہ ہیں کہ ہمارے اکابر دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ ابتدائی زندگی بڑی کٹھن ہوتی ہے لیکن جب دنیا سے جاتے ہیں تو دنیا دیکھ لیتی ہے کہ کسی کا جانا کیسا ہوتا ہے! حضرت لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کا دُنیا سے جانا سب دنیا جانتی ہے کہ دو اڑھائی لاکھ انسانوں نے آپؒ کا جنازہ پڑھا۔ اسی طرح ہمارے مخدومِ محترم مولانا عبیداللہ انورؒ کا جنازہ جن دوستوں نے پڑھا ہے وہ جانتے ہیں کہ کس شان سے آپؒ دنیا سے رخصت ہُوئے اور مسلمانوں نے کس عقیدت کے ساتھ آپؒ کو خراج پیش کیا۔

میرے دوستو اور میرے بھائیو! علماء، صلحاء اور ایسے علماء جو اِس دنیا سے تقریباً لاتعلق رہتے ہیں، ان کی نمازِ جنازہ وہی پڑھتا ہے جس کے دل میں اُن کی سچی عقیدت ہوتی ہے کیونکہ وہاں پر تو کوئی دنیاوی تعلق ہی نہیں ہوتا۔ تو یہ گنہ گار موجود تھا، آپؒ کے وصال سے ایک دن پہلے ہی میری طبیعت پر کچھ اثر تھا، پھر تو میں وہاں پہنچ گیا، عیادت بھی کی، پھر اللہ تعالیٰ نے غسل میں شرکت کی سعادت بھی بخشی ہے۔ میں بالکل آپ سے سچ کہتا ہوں کہ آپؒ کا چہرہ بالکل ہنس رہا تھا، تبسّم تھا چہرے پر آنکھیں پوری طرح بند تھیں۔ منہ بند تھا یوں معلوم ہو رہا تھا کہ آپؒ سو رہے ہیں، اور اعضاء اتنے ڈھیلے تھے کہ جدھر موڑتے تھے مڑ جاتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اُن کو بہت ہی اونچا مقام عطا فرمایا۔ جن کی نمازِ جنازہ دو اڑھائی لاکھ انسانوں نے پڑھنے کی سعادت حاصل کی ہے تو اللہ تعالیٰ کے ہاں اُن کا کچھ مقام ہے تو ہمارے اکابر کا دنیا سے جانا بھی علیٰ منہاج النبوّۃ ہوتا ہے۔ آئے تو بیکسی کی حالت میں، کسی نے بات نہ سُنی۔ ضمانت دینے والا لاہور میں کوئی نہیں تھا لیکن جب گئے تو لکھوکھا انسان آپؒ کے حق میں حزیں اور دل فگار ہیں۔ اللہ آپ کی قبر کو مزید رحمتوں کے ساتھ نوازے۔ ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ انسان کا بدن دُنیا سے تو بس ہو جاتا ہے، لیکن اُن کی جو برکات اور اُن کے جو روحانی اعمال ہیں وہ باقی رہتے ہیں۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے اور یہ عقیدہ بالکل برحق ہے۔ اگرچہ آپؒ دنیا سے چلے گئے ہیں مگر اُن کے جو نیک اعمال ہیں خاص کر قرآن

کی جو خدمات آپؒ نے کی ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے باقی ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک باقی رہیں گی۔ جب تک کسی مسجد میں درسِ قرآن ہوگا، جب تک کسی مقام پر ذکر اللہ کی محفل بپا ہوگی تو مولانا کا نام یقیناً باقی ہی رہے گا۔ اللہ ہم سب کو ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ بھائی! دنیا ایک فانی مقام ہے۔ اس لیے حکم تو یہی ہے کہ جب دُنیا سے کوئی بڑی سے بڑی ہستی بھی چلی جائے تو وہ کام جو وہ چھوڑ کر گئے ہیں اُسے جاری رکھا جائے۔ تو ہمارے بزرگوں نے جو چھوڑا وہ یہی ہے اسلام کی خدمت، اللہ کے لیے قرآن کی خدمت، تو یہ اُن ہی کا فیض تھا، اُن کی دعائیں تھیں اور وہ بڑے خوش ہوتے تھے، جب کوئی چلا جاتا واہ کا آدمی تو ضرور درس کا پوچھتے، اس گنہ گار کا، حاجی عثمان غنی صاحب کا، خوشی محمّد صاحب کا اور بڑے خوش ہوتے، گھنٹوں تک یہ محفل رہتی حالانکہ وہ بڑے عدیم الفرصت تھے لیکن درسِ قرآن کی جب بات چلتی تو گھنٹوں تک، پھر وہ اپنی خوش فشانیاں فرماتے رہتے تھے، ان کی دعاؤں کا اثر تھا۔ اور اب بھی ہے۔ اللہ ان کی رُوح کو مزید ترقی نصیب فرمائے۔ اُس آستانۂ عالیہ کے موجودہ نگران ہمارے مخدوم زادہ قاری محمّد اجمل صاحب دامت برکاتہم کو زیبِ آستانہ فرمائے اور اللہ تعالیٰ ان کو تادیر سلامت رکھے اور اُس درگاہ کو اللہ تعالیٰ اسی طرح دنیا والوں کے لیے راہ نمائی کا بہت بڑا مرکز بنا دے....."

کچھ یادیں کچھ باتیں

۱۔ ۶ جولائی ۱۹۶۷ء کو بندہ کو حکم ہُوا کہ دفتر سے چھٹی لے کر کچھ دنوں کے لیے اہل وعیال کے ہمراہ لاہور آؤ۔ تعمیلِ ارشاد کی گئی۔ لاہور ریلوے سٹیشن پر حضرتؒ کے خادمِ خاص جناب حاجی بشیر احمد صاحب موجود تھے۔ وہ ہمیں مدرسہ قاسم العلوم میں لے آئے۔ میری مرحومہ بیوی اور بچّے حضرت کے گھر چلے گئے۔ حضرتِ اقدسؒ کو خبر ملی تو فوراً مدرسہ قاسم العلوم تشریف لاکر معانقہ فرمایا اور جلدی جلدی سائیکل لے کر بازار تشریف لے گئے۔ واپس تشریف لائے تو سر مبارک پر کپڑا باندھا ہُوا تھا جس پر رومال میں لپٹی ہوئی گرم گرم تندوری روٹیاں رکھی ہوئی تھیں۔ ایک ہاتھ میں ایک دیگچی تھی جس میں پالک گوشت کا سالن تھا اور دوسرے ہاتھ میں ایک ڈول تھا جس میں دہی کی لسّی تھی۔ یہ ساری چیزیں لے کر آپ مدرسہ میں تشریف لائے۔ میری بیوی بچّوں کو بھی گھر سے وہیں بلا لیا اور ہم سب کو کھانا کھلایا۔ پھر محترم المقام میاں محمّد اجمل صاحب سے فرمایا کہ بچوں کو چڑیا گھر، بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ وغیرہ کی سیر کرا کر لائیں۔ ہمارے شیخؒ کی شفقتوں کے کیا ہی کہنے تھے۔

۲۔ ۱۹۶۷ء کے وسط میں چند ماہ کے لیے حضرتؒ کو ریڈیو پاکستان لاہور کی طرف سے پنجابی پروگرام "جمہور دی آواز" میں "ہدایت دی راہ" کے عنوان پر ہفتہ وار تفسیر قرآن کی دعوت دی گئی تو مجھے ارشاد فرمایا کہ تم چھٹی کے دن لاہور آجایا کرو تاکہ یہ تقریر کرنے کا کام کر لیا کرو۔ احقر کو بہت بڑی سعادت تھی۔ میں جب بھی پہنچتا تو حضرت بے حد مسرور ہوتے۔ اپنے مبارک ہاتھوں سے بہت سے دیسی انڈے دیسی گھی میں فرائی کرکے مجھے اپنے دستِ مُبارک سے بڑے پیار سے کھلاتے۔ جب تقریر املا کرانے بیٹھتے تو آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ پنجابی میں کرلیتے موزوں الفاظ ڈھونڈنے میں مجھ سے بھی مشورہ لیتے۔ چونکہ آپؒ کا معمول اُردو میں ہی تقاریر فرمانے کا تھا اس لیے پنجابی میں تقریر املاء کروانا اور تفسیری نکات کے حل میں مناسب پنجابی تراکیب اور الفاظ فٹ کرنا میرے خیال میں مشکل کام تھا مگر میں نے دیکھا کہ حضرت کی پنجابی بھی اس قدر شستہ اور فصیح تھی کہ میں حیران رہ گیا۔ ایک دفعہ مسئلہ توحید

پر حضرتؒ نے ایک پنجابی شعر سنایا جو
یہ تھا ؎

الفوں بس کر یار
اِکو اللہ تیرے درکار

تقریر نشر کرنے کے لیے ہم ریڈیو سٹیشن پہنچتے تو تمام عملہ بے حد ادب کرتا۔ حضرت فرماتے تھے کہ ہم تبلیغ دین پر کوئی مشاہرہ وصول نہیں کرتے مگر چونکہ ریڈیو والے چیک دیتے ہیں لہذا یہ تم میرے حساب میں جمع کروا دیا کرو اور منشی گلزار احمد (مرحوم) سے اتنی ہی رقم نقد لے لیا کرو۔ میں انکار کرتا تو فرماتے کہ تم بچوں والے ہو، کوئی بات نہیں ہے۔ کرایہ کا خرچ ہی سمجھ کر لے لو ورنہ ہم تو لیں گے نہیں اور یہ چیک تو ریڈیو والوں نے دینا ہی ہے۔ اِس سلسلہِ تفسیر میں تقریباً نصف پارہ پر حضرتؒ نے مضامین املاء کروائے جو نشر ہونے کے بعد خدام الدین میں بھی شائع ہوتے رہے۔

۳۔ آپؒ شروع شروع میں مدرسہ قاسم العلوم کی موجودہ ڈیوڑھی میں تشریف فرما ہوا کرتے تھے جو گھر کی طرف والی گلی میں کھلتی ہے۔ دوسرا دروازہ مدرسہ کے اندر کی طرف کھلتا ہے۔ دونوں طرف کے دروازے بند ہوا کرتے تھے اور اندر آپؒ کا تمام سامان رکھا ہوتا تھا۔ ہر طرف کتابوں کے انبار ہوتے تھے۔ وہاں کسی کو جانے کی اجازت نہ ہوتی تھی۔ حاجی بشیر احمد صاحب کو طریقہ معلوم تھا۔ وہ دیکھتے اگر پرنالے سے وضو کا پانی تازہ تازہ بہا ہوا ہے تو حضرتؒ اندر تشریف فرما ہیں۔ وہ آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹاتے اور اندر سے حضرتؒ آہستہ سے پوچھتے "کون ہے؟" حاجی صاحب بتاتے کہ عثمان آیا ہے تو فوراً دروازہ کھل جاتا اور پھر گھنٹوں حضرتؒ اپنے پاس بٹھاتے۔ وہیں پر ہم تحریری کام بھی کرتے۔ قسم قسم کے پھلوں اور دیگر اشیاء سے حضرتؒ احقر کی ضیافت فرماتے اور کھلا کر بہت خوش ہوتے۔ ایک مرتبہ آپؒ کی طبیعت علیل تھی اور عصر کی نماز کا وقت تھا۔ میں اور حاجی صاحب حاضرِ خدمت تھے۔ کمرے میں جگہ بھی تنگ تھی مگر حضرت نے فرمایا تم نماز پڑھاؤ میں علیل ہوں۔ میں نے ہر چند انکار کیا کہ ایک گنہگار امام بنے اور وقت کا قطب مقتدی؟ مگر حضرت نے زبردستی مجھے مصلّے پر کھڑا کر دیا اور میں نے کانپتے کانپتے نماز پڑھائی۔

۴۔ ۲۲ جولائی ۱۹۶۳ء کو ہم حضرتؒ کی معیت میں ایبٹ آباد کے تبلیغی سفر پر تھے تو صدر ایّوب خاں مرحوم کے استاد خطیبِ ہزارہ مولانا محمّد اسحٰق صاحبؒ نے حاضرینِ جلسہ سے حضرتؒ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا:

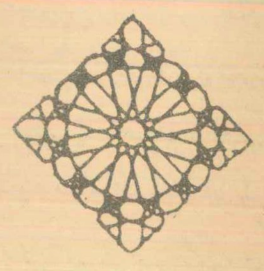
"اگر علماء پاکستان اور ایک کثیر تعداد میں عوام اِس نوعمر ہستی (حضرتِ اقدسؒ) کے پیچھے چلنا فخر سمجھتے ہیں تو آخر ان میں کوئی بات ہے۔ اِن کی نوعمری کو نہ دیکھو، ان کے اعلیٰ مرتبہ پر نگاہ رکھو۔"

۵۔ مؤرخہ ۳ جون ۱۹۶۳ء کو حضرتؒ اپنے استاذ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع گلؒ کی ملاقات کے لیے زیارت کا کا صاحبؒ تشریف لے گئے۔ احقر بھی ہمراہ تھا۔ حضرت مولانا نافع گلؒ نے فرمایا:

"۱۹۴۶ء میں مولانا محمّد یوسف بنوریؒ نے کراچی میں مجھ سے بات کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ جو ذہین ہوتا ہے وہ مخلص نہیں ہوتا اور جو مخلص ہو وہ ذہین نہیں ہوتا مگر خدا کی شان کہ اِس (مولانا عبیداللہ انورؒ) میں دونوں صفات ہیں۔"

۶۔ ہمارے مخدوم حضرت مولانا قاضی محمّد زاہد الحسینی صاحب دامت برکاتہم اکثر اپنے درسوں میں فرمایا کرتے ہیں کہ حضرت لاہوریؒ کے مریدوں کو

دو چیزیں اللہ تعالیٰ عطا فرماتے ہیں۔ ۱۔ عشقِ قرآن اور ۲۔ حج۔ چنانچہ احقر کو بھی اللہ تعالیٰ نے ۲۱ سال سے درسِ قرآن کے مضامین قلم بند کرنے کی سعادت سے نواز رکھا ہے۔ جہاں تک حج کا تعلّق ہے ۱۹۶۵ء میں احقر کو اپنی والدہ مرحومہ کے ہمراہ حج کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ جب ٹرین لاہور کے ریلوے سٹیشن پر رُکی تو حضرت اقدسؒ مع دیگر احباب کے بہ نفسِ نفیس سٹیشن پر احقر کو رخصت کرنے کے لیے تشریف لائے ہوئے تھے۔ آپؒ نے دعاؤں سے نوازا اور دو خطوط مرحمت فرمائے۔ ایک حضرت مولانا حبیب اللہ صاحبؒ کے نام اور دوسرا اپنے ایک عقیدت مند جناب حکیم محمّد اسحٰق کیمیادی کے نام تاکہ مجھے وہاں پر کسی قسم کی تکلیف ہو یا پیسے کی ضرورت ہو تو حضرتؒ کی ضمانت پر ادائیگی کر دی جائے۔ دونوں خطوط پیشِ خدمت ہیں۔



فون نمبر: 67545 مورخہ 23.2.65

سیدی المحترم دام مجدہ

تحیۃ وسعدۃ

حامل عریضہ محترم بھائی عثمان غنی صاحب خوش قسمتی سے امسال اپنی والدہ ماجدہ کے ہمراہ زیارت حرمین الشریفین اور فریضۂ ادائیگی حج کے سلسلہ میں تشریف لا رہے ہیں۔ موصوف کا شمار [illegible] آخری دور کے متوسلین میں ہوتا ہے لیکن ان پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی کرم ہے۔ اپنے ہمعصروں اور ہمجولیوں میں حضرت اقدس سے خوب مستفید ہوئے ہیں، واقعی اللہ نے نوازا ہے۔ اس ناچیز نے چونکہ انکے اس دور کا بھی مشاہدہ کیا ہے جب کہ کلین شیو اپٹوڈیٹ بی اے پاس واہ کینٹ میں سرکاری ملازم تھے۔ اب محض خدا نے ترقی عطا فرمائی ہے چونکہ معتقد اور زمین شناس افسر ہیں لیکن اب خلوت و جلوت، ظاہر و باطن میں بجے دنیادار ذاکر و شاغل مسلمان ہیں [illegible] عثمان [illegible] رکھتے تھے مگر قرضہ کے قانون نے یہاں تک [illegible] پہنچا دی اور اس سال بھی قرضہ کی بجائے مایوسی ہی ہاتھ آئی لیکن جوش عقیدت و ارادت اور والہانہ شوق حج نے پاسپورٹ اور بحرین کا دشوار ترین راستہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا اور لطف یہ ہے کہ حکومت نے صرف آمد و رفت کی اجازت دی ہے اور زرمبادلہ قطعاً

ایک پائی بھی دی۔

اس بارہ میں اگر کبھی ضرورت پیش آجائے یا کسی

دوسرے معاملہ میں تو ان کی جو کرم نوازی ہوتی میں اس کے

لئے براہ راست احسانمند اور ممنون و مشکور ہوتا۔

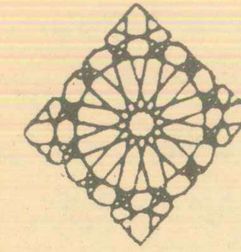
امید ہے کہ حضرت والا بعافیت ہونگے یہاں سب خیریت ہے

دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں

والسلام علیکم و رحمۃ اللہ

سیاہ کار

احقر عبید اللہ انور



۷۔ بندہ کی پہلی اہلیہ کا ۱۹۷۷ء میں انتقال ہوگیا تو ۱۹۷۹ء میں عقدِ ثانی کے لیے حضرت نے احقر کو لاہور بلُایا۔ مجلسِ ذکر کے اختتام پر نمازِ عشاء ہوئی اور پھر بعد میں احبابِ جماعت کی موجودگی میں حضرت رحؒ نے خود نکاح کا خطبہ پڑھا اور پھر ساری جماعت کی دعوت اپنی جیبِ خاص سے کی۔ حاجی بشیر احمد صاحب نے مجھے بتایا کہ حضرت نے بے حد مسرّت سے حکم دیا تھا کہ آج میرے بھائی عثمان کی خانہ آبادی ہو رہی ہے۔ آپ خصوصی انتظام کے تحت ساری جماعتِ ذاکرین کی نان گوشت اور حلوہ سے ضیافت کرو۔ چنانچہ تعمیلِ ارشاد کی گئی۔ سبحان اللہ! کہاں ہیں ایسے پیر جو مریدوں پر اس طرح شفقت کریں۔

محترم المقام حکیم محمد اسحاق کیمادی دامت برکاتہم

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

حامل عریضہ کرم فرمائے بندہ عثمان غنی صاحب المحترم

اپنی محترمہ والدہ ماجدہ کے ہمراہ سفر مبارک حج و عمرہ و زیارت مدینہ

کے لئے تشریف لا رہے ہیں۔ موصوف ہمارے تبلیغی پرچہ "خدام الدین"

میں ہر ہفتہ خاص مضمون نگار دوں میں سے ہیں۔

اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارادتمندوں میں ان کو مخصوص

مقام حاصل ہے۔ اور اس ناچیز کے ساتھ حقیقی بھائیوں کا سا

برتاؤ کرتے ہیں۔ لہٰذا میری گزارش ہے کہ جس طرح آنجناب

نے گزشتہ اسفار حج و عمرہ میں ہمارے ساتھ احسان فرمایا تھا

اگر ان کو ضرورت ہو تو بلا تکلف جس قدر رقم کی فرمائش کریں

عنایت فرما دیں اور ان سے تحریر لیکر مجھے روانہ فرما دیں جس کو

۸۔ ہماری جماعت کے ایک مقتدر بزرگ جناب حاجی فاضل صاحب آف براندرتھ روڈ لاہور نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرتِ اقدسؒ ایک بار ہمارے گھر تشریف لائے تو ہماری سالی بھی آئی ہوئی تھی۔ وہ کسی غلط پیر صاحب کی مریدہ تھی۔ میری

فرما سکیں فوراً ادا کر دی جائیں۔ اور اس کرم نوازی

کے لئے احقر بطور خاص ممنون و مشکور ہوگا۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ

سیاہ کار

اہلیہ نے اُس کو حضرتِ اقدسؒ کے کشف کے کئی واقعات سنائے۔ دونوں خواتین نے صابن کی کچھ ٹکیاں لے کر حضرتؒ کے سامنے پیش کیں کہ ان میں سے صحیح اور غلط کی تفریق فرما دیں یعنی جن پر حلال پیسہ لگا ہے وہ الگ کر دیں اور جو حرام پیسے سے تیار کی گئی ہیں وہ الگ کر دیں۔ حضرتِ اقدسؒ نے چند ٹکیاں ادھر رکھ دیں اور چند اُدھر۔ خواتین نے پردے میں جا کر سوئی سے غلط اور صحیح ٹکیوں پر اپنے اپنے نشان لگا دیے اور پھر دوبارہ ساری ٹکیاں ملا کر حضرتِ اقدسؒ کے سامنے رکھ دیں کہ حضرتؒ یہ ٹکیاں رل مل گئی ہیں ذرا دوبارہ تکلیف فرما کر تفریق فرما دیں۔ چنانچہ صاحبِ نظر حضرتِ اقدسؒ نے دوبارہ ٹکیوں کو بلا تکلف الگ الگ کر دیا۔ اندر جا کر خواتین نے دیکھا تو ہماری سالی حیران رہ گئی کہ وہی نتیجہ تھا جو پہلے سُوئی سے نشان لگا کر رکھا تھا۔ سبحان اللہ!

۹۔ احقر جب لاہور سے واپس آتا تو حضرتِ اقدسؒ بکمالِ شفقت باہر تک چھوڑنے آتے۔ ایک مرتبہ سرکلر روڈ پر مستی گیٹ سے نکل کر رات گئے مجھے پنڈی کی بس پر سوار کرانے کے لیے بادامی باغ بس سٹینڈ پر چھوڑنے آئے۔ حاجی بشیر احمد صاحب بھی ہمراہ تھے۔ سڑک کے کنارے ایک مسجد ہے۔ وہاں پر صف پر جا بیٹھے اور شفقت بھرے انداز میں باتیں پُوچھنے لگے۔ باتوں باتوں میں احقر نے عرض کیا کہ میرے والد صاحب کو فوت ہوئے عرصۂ دراز گذر چکا ہے۔ میرا تعلق آپؒ سے ہے۔ اگر مہربانی فرما کر مرحوم کا حال بذریعہ کشف معلوم کر کے بتا دیں تو ممنون ہوں گا۔ آپؒ نے گاؤں اور ضلع کا نام پوچھا تو احقر نے عرض کیا کہ میرے گاؤں کا نام میہاں سنگھ ہے جو ضلع گوجرانوالہ میں واقع ہے۔ حضرت نے گاؤں سے اُس قبرستان کی سمت پوچھی جس میں میرے والدِ مرحوم دفن ہیں۔ میں نے عرض کیا گاؤں سے غربی جانب میں قبرستان ہے۔ تھوڑی دیر مراقبہ فرما کر مجھے ارشاد فرمایا کہ مرحوم ایک عام قسم کے مسلمان تھے یعنی کوئی بلند مرتبہ بزرگ نہ تھے مگر باایمان فوت ہوئے۔ تم ہر روز تلاوت کے بعد گیارہ مرتبہ سورۂ فاتحہ، گیارہ مرتبہ سورۂ کوثر اور گیارہ مرتبہ سورۂ اخلاص پڑھ کر اُن کو ایصالِ ثواب کر دیا کرو۔ انشاء اللہ ان کو بہت فائدہ پہنچے گا۔ چنانچہ میں نے اُس دن سے یہ معمول بنا لیا ہے بلکہ اب تو حضرت اقدسؒ کے اسمِ گرامی کے علاوہ حضرت لاہوریؒ کے تمام فوت شدہ خلفاءِ کرامؒ اور اپنے وفات یافتہ اعزّہ و اقرباء کو بھی شامل کر لیتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ بے پایاں سے قوی امید ہے کہ یہ ہدیہ مرحومین تک ضرور پہنچتا ہوگا اور اُن کے درجات بلند ہوتے ہوں گے۔

۱۰۔ ایک مرتبہ واہ کینٹ تشریف لائے تو احقر نے درس کے ایک مخلص ساتھی جناب محمد اشرف علی زیدی مرحوم کی قبر پر چلنے کی درخواست کی تو حضرت فوراً چل دیے۔ قبرستان کے ایک حصّے میں عیسائیوں کی قبریں ہیں اور ساتھ ہی ملحقہ دیوار کی دوسری جانب مسلمان مُردے دفن ہیں۔ عیسائیوں کی طرف والے حصّے پر نظر پڑی تو فرمایا کہ یہاں سے "بچاؤ، بچاؤ" کی صدائیں آ رہی ہیں۔

میں نے کہا، "حضرت! یہ عیسائیوں کی قبریں ہیں۔"

فرمایا "اوپر عیسائی ہیں نیچے مسلمان ہیں۔ عیسائیوں کی قبروں میں آگ جل رہی ہے تو مسلمان مُردوں کو بھی تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ہو سکتا ہے یہ کوئی قدیم قبرستان ہو۔" پھر زیدی صاحب

مرحوم کی قبر پر جا کر ایک منٹ کھڑے ہوئے تو چہرۂ مبارک پر تبسم تھا۔ فرمایا اس کی نمازیں پوری ہیں اور یہ آرام میں ہے۔ قبر کے نیچے کوئی اور دفن نہیں ہے۔

سبحان اللہ! کمپیوٹر تو اب ایجاد ہوئے ہیں، اللہ والوں کا کمپیوٹر ملاحظہ فرمائیے کہ عمر بھر کی نمازوں کا ریکارڈ ایک منٹ میں چیک کر لیا۔

آپؒ کے پسندیدہ اشعار

حضرتؒ اکثر اپنی مجالس میں اشعار کا مناسب مقامات پر استعمال فرماتے تھے۔ ایک مجلس میں تو آپؒ نے اتنے اشعار سنائے کہ ہم دنگ رہ گئے کہ آپ کو اشعار کا اتنا ذخیرہ محفوظ ہے۔ نہ صرف قدیم شعراء کے اشعار بلکہ جدید شعراء کے بھی اشعار ازبر تھے۔ تاہم چند ایسے اشعار درج ذیل ہیں جو آپؒ کی زبانِ مبارک سے میں نے کثرت سے سُنے:

؎ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است
(غالب)

؎ سب کو یہ مسلّم ہے کہ معبود وہی ہے
تم ہیں جو سمجھتے ہیں کہ مقصود وہی ہے
(اکبرؔ)

؎ نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگاہ بہ یک خروش بمنزل رسیدہ اند
(نامعلوم)

؎ مجھ سے گناہ گار کو کیا کیا عطا کیے
اے ذوقؔ کیا ہی شان ہے پروردگار کی
(ذوقؔ)

؎ گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونقِ چمن
اے ذوقؔ اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے
(ذوقؔ)

؎ جہانِ تازہ کی افکارِ تازہ سے ہے نمود
کہ سنگ و خشت سے ہوتے نہیں جہاں پیدا
(اقبالؔ)

آپؒ کے مکتوباتِ گرامیہ

حضرتِ اقدسؒ اپنی گوناگوں مصروفیات کے باعث عدیم الفرصت تھے اور متعلّقین کے خطوط کے جوابات نہیں تحریر فرما سکتے تھے۔ عموماً آپؒ کے خادمِ خاص محترم حاجی بشیر احمد صاحب موقع پا کر حضرت کو بعض خطوط سُنا کر جواب معلوم کر لیتے اور اپنی ٹوٹی پھوٹی اُردو میں خطوط لکھ دیا کرتے۔

الحمدللہ احقر کو یہ شرف حاصل ہے کہ حضرتِ اقدسؒ کے مختلف مکتوباتِ گرامیہ اُن کے اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمودہ میرے پاس محفوظ ہیں جن کو میں نے ایک گنجِ گراں مایہ سمجھ کر سنبھال کر رکھا ہُوا ہے۔ آج میرے محسن و مربّی دنیا سے تشریف لے گئے ہیں تو یہ خطوط احبابِ جماعت کے مطالعہ کے لیے پیش کر رہا ہوں۔ ہر مکتوبِ گرامی کا مختصر تعارف یا پس منظر چند سطور میں ساتھ ساتھ درج کرتا ہوں تاکہ قارئینِ کرام کو خطوط پڑھ کر صحیح صورتِ حال کا علم ہو سکے اور وہ استفادہ کر سکیں۔

جولائی ۱۹۶۶ء میں حضرتِ اقدسؒ مری کے تبلیغی سفر پر تشریف لائے تو احقر بھی قدم بوسی کے لیے حاضر ہُوا۔ میری بچّی ثمینہ غنی نے ایک معصومانہ خط مجھے دیا جو میں نے پیش کیا تو آپؒ نے بکمالِ شفقت بچّی کے نام جوابی خط عطا فرمایا۔

بوقت ۲ بجے سحر
کشمیر پوائنٹ، مری
25.7.66

ثمینہ بیٹی جیتی خوش رہو!
علیکم السلام ورحمۃ اللہ
تمہارا پہلا اچھا سا پیارا سا خط پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ تمہارے چھوٹے بھائی اور تمہارا پانچوں وقتوں کی نماز اور قرآن مجید پڑھنے کا حال معلوم کر کے اور بھی خوشی ہوئی،

ثمینہ بیٹی خدا تمہیں، تمہارے سب بھائیوں اور تمہاری سب سہیلیوں کو دین دنیا کے ہر امتحان میں کامیاب و کامران کرے اور ہر سہ ماہی امتحان میں خدا تمہیں اچھے نمبروں پر کامیاب کرے۔ تمہیں پانچویں جماعت میں کامیابی کا انعام پانچ روپے اور ایک روپیہ خط کا انعام یعنی کل چھ روپے عثمان بھائی (آپ کے پیارے فاضل اور مدنی ابا جان) کے ہاتھ بھیج رہا ہوں نیز ایک ایک روپیہ تمہارے چھوٹے بھائیوں کے لیے بھیج رہا ہوں۔ خداوند کریم آپ سب کو صحت مند، خوش و خرم اور اپنی یاد کے ساتھ زندہ و سلامت رکھیں یا اللہ العالمین آمین۔

خدا نے چاہا تو جلدی واہ کینٹ آؤں گا۔ گھر میں بڑوں کو سلام اور بچوں کو دعا پیار کہہ دیں۔
تمہارا سدا سفر میں رہنے والا چچا۔
عبیداللہ اکبر

****

غریب نواز لاہور

تاریخ ۳ شعبان ۱۳۸۷ء
۷ نومبر ۱۹۶۷ء

جیب منزل، لاہور

میری بیٹی ثمینہ غنی کے نام حضرتِ اقدسؒ کا ایک شفقت نامہ جو لاہور سے تحریر فرمایا گیا۔

اچھی بیٹی ثمینہ غنی جیو خوش رہو!
سلام مسنون!

تمہارا لکھا ہوا پیارا سا خط ملا، پڑھ کر دل باغ باغ ہو گیا۔ بیٹی میرا واہ کینٹ آنے کا ارادہ کیا ہے۔ تمہارے بھائی محمد اجمل سلمہ، محمد اکمل سلمہ بھی تو خیریت سے ہیں کیا وہ کسی سکول میں میرے ساتھ نہیں جاتے؟ ابھی سکول جاتے ہیں۔ اور مسجد میں قاری صاحب سے قرآن حکیم حفظ کرتے ہیں

اگر ابھی سے باہر آنے جانے لگ جائیں تو تعلیم کا سخت

حرج ہوگا، دعا کرو حق تعالیٰ انہیں بھی عالم باعمل بنائیں اور

دادا حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں آمین

[illegible] والسلام [illegible]

****

انجمن خدام الدین
شیرانوالہ دروازہ لاہور

دسمبر ۱۹۶۶ء میں احقر کو ایک پریشانی کا سامنا تھا۔ حضرتؒ کی خدمت میں خط لکھا تو یہ جواب باصواب آپؒ نے دستی ارسال فرمایا۔

مورخہ 18.12.66

اخی المکرم! اطال اللہ بقاہ

تحیۃ وسلاماً۔ ہر دو گرامی نامے موصول ہوئے۔ یکم دسمبر والا پڑھ کر سخت رنج و قلق ہوا۔ لیکن ان حالات میں بھی صدقے اور مبارکبادیں۔ احیاء رزاق کریم اس ماہ صیام کی برکت سے دارین میں اضعافاً مضاعفہ برکت اور اجر و ثواب سے نوازیں آمین۔ یہ سیاہ کار تو حسب عادت، باعدیم الفرصت ہونے کی وجہ سے تشکر و امتنان سے بھی محروم رہا۔ کرم ہائے تو مارا گستاخ کرد۔ بہرکیف، عدو شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد، کے مصداق چند سطور اس حادثہ فاجعہ کے سلسلہ میں زیر تحریر ہیں۔ پہلی فرصت میں تکمیل پذیر ہونے پر ملاحظہ کے لئے پوسٹ کی جائینگی۔ مکرم بہ جناب حاجی صاحب اور حضرت یونسؒ غالباً اسی آفت نازلہ سے متاثر ہو کر زیارت کیلئے راہ گئے

آیا چاہتے ہیں، ایک نسخہ نماز مترجم خورد، خوردوں کی حفاظت کیلئے سال کے بچوں کے لئے "بچوں کی دنیا" نمینہ بی بی کیلئے "تعلیم و تربیت" نیز "عیدی" [illegible] مطابق بچوں سے، اور "میٹھی عید" کی مناسبت سے سویاں [illegible] اور [illegible] کا میٹھا [illegible] عید الاضحیٰ کے استعمال کے لئے عطر دربار حافظ سے اور ایک پیکٹ بسکٹ بچوں کا تحفہ ہے۔ یہاں سب [illegible] سے ملنے والوں سے سلام مسنون عرض کر دیں فقط

عبید اللہ انور
۲ بجے شب

نہ ہو نومید، نومیدی زوال علم و عرفاں ہے
امید مرد مومن ہے خدا کے رازدانوں میں

علامہ اقبال

صالح محمد صدیقی

خدا کے پیارے بندوں کی پیاری باتیں

راہِ نجات

خدا کا انصاف

ایک نوجوان نے چوری کی اور پکڑا گیا۔ اُسے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے روبرو پیش کیا گیا۔ وہ حضرت عمر فاروقؓ کا رعب و دبدبہ دیکھ کر خوف سے زار و قطار رونے لگا اور گڑگڑا کر معافی مانگتے ہوئے بولا۔ "اے امیر المؤمنین! یہ میری پہلی چوری ہے، اس لیے معاف کر دیجئے۔ آئندہ کبھی چوری نہیں کروں گا۔"

آپؓ نے اُس کے چہرے کی طرف دیکھا اور فرمایا "تم جھوٹ بولتے ہو۔ یہ تمہاری پہلی چوری نہیں، تم اس سے پہلے کئی وارداتوں کے مرتکب ہو چکے ہو۔" لڑکا بار بار یہ کہتا کہ یہ اُس کی پہلی چوری ہے اور حضرت عمر فاروقؓ کا ہر بار یہی جواب ہوتا تم جھوٹ بولتے ہو۔ آخر کار نوجوان نے اعتراف کر لیا کہ وہ پہلے بھی متعدد چوریوں کا ارتکاب کر چکا ہے۔

اس اعتراف کے بعد وہ نوجوان بولا۔ "امیر المؤمنین! یہ فرمائیے کہ آپ کو کیسے پتہ چلا کہ میں عادی چور ہوں۔ آپ کو الہام ہوا؟"

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ "بھائی! نہ مجھے الہام ہوتا ہے نہ مکاشفہ۔ میں تو سیدھی سادی بات جانتا ہوں کہ حق تعالیٰ کسی بھی انسان کو اس وقت تک ذلیل و رسوا نہیں فرماتے

جب تک اُس کی حرکتیں حد سے تجاوز نہ فرمائیں۔ جب تمہیں پکڑ کر میرے پاس لایا گیا تو میں فوراً سمجھ گیا کہ یہ نوجوان عادی چور ہے۔

مردِ میداں

ایک مرتبہ حضرت حسن بصریؒ جامع مسجد میں وعظ فرما رہے تھے کہ حجاج بن یوسف اپنے سپاہیوں کے ساتھ مسجد میں آ گیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت حسن بصریؒ وعظ بند کر دیں گے اور حجاج کی تعظیم و تکریم کے لیے کھڑے ہو جائیں گے لیکن انہوں نے اس کی پرواہ کی اور وعظ میں مصروف رہے۔ اور حجاج کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ حجاج وعظ سنتا رہا۔ جب وعظ ختم ہُوا تو وہ آگے بڑھا اور اُس نے آپ کا دستِ مبارک ہاتھ میں پکڑ کر اُسے بوسہ دیا اور لوگوں سے مخاطب ہو کر بولا۔ لوگو! اگر تم نے مردِ میداں اور بہادر انسان دیکھنا ہے تو حسنؒ کو دیکھ لو۔

عفو و درگزر

حضرت امام زین العابدینؒ بڑے ہی متقی اور رحم دل تھے اور اکثر عفو و درگزر سے کام لیتے تھے۔ ایک دن آپ وضو فرما رہے تھے۔ ایک کنیز آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈال رہی تھی۔ بے احتیاطی سے اس کا ہاتھ لرزا اور پانی آپ کے کپڑوں پر گر پڑا۔ کنیز نے فوراً کہا۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں متقی لوگ غصہ کو قابو میں رکھتے ہیں۔ (مطلب) آپ نے جواب دیا میں اپنے غصے کو قابو میں رکھوں گا۔

لونڈی بولی اللہ جل جلالہٗ فرماتے ہیں وہ لوگوں کی غلطی معاف کر دیتے ہیں (مطلب) آپ نے جواب دیا اللہ تمہاری غلطی معاف فرمائے۔

کنیز بولی ربِّ قدیر فرماتے ہیں اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا جا میں نے تجھے راہِ خدا میں آزاد کیا۔

اسلام

روایت ہے کہ بسطام میں ایک زرتشتی (آتش پرست) تھا۔ لوگوں نے اُس سے کہا کہ تم اسلام قبول کر لو۔

زرتشتی نے جواب دیا۔ "اگر اسلام وہ ہے جو بایزید بسطامی کا مذہب ہے تو مجھ میں اتنی استطاعت نہیں کہ اس پر عمل کروں اور اگر اسلام وہ ہے جو تمہارا دین ہے تو یہ میرے کسی کام کا نہیں کیونکہ تم بھی تو میری طرح بے عمل ہو۔

خدا کو سونپ دیا

ایک دن حضرت بایزید سورۂ لقمان پڑھ رہے تھے۔ جب اس آیت پر پہنچے ان اشکرلی ولوالدیک اور استاد نے اُس کی شرح یہ بیان فرمائی کہ خداوندِ کریم فرماتے ہیں کہ تو میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر، آپ نے یہ شرح سُنی تو وجد طاری ہو گیا۔ تختی زمین پر رکھی اور استاد سے گھر جانے کی اجازت طلب کی۔ استاد نے اجازت دے دی۔ آپ سیدھے گھر پہنچے۔ والدہ آپ کو مدرسہ سے اچانک یوں آتا دیکھ کر سخت حیران ہوئیں اور پوچھا کہ تم بے وقت کیوں آئے ہو؟

آپؒ نے جواب دیا کہ قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ سورۃ لقمان پر پہنچا جس میں خدا تعالیٰ اپنی اور آپ کی خدمت کا حکم صادر فرماتے ہیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میں دو خداؤں کی اطاعت کرنے سے قاصر ہوں۔ چار و ناچار آپ کی خدمت میں حاضر ہُوا ہوں یا تو میں مکمل طور پر آپ کا ہو کر رہ جاؤں یا خدا کو۔

نیک دل دین دار والدہ

بولیں۔ "بیٹا! میں تجھے خدا کے حوالے کرتی ہوں اور اپنے حق سے دست بردار ہوتی ہوں۔ اے میرے بیٹے جا اور خدا کا ہو جا۔"

حضرت بایزید بسطامیؒ گھر سے نکلے اور شہر بہ شہر، قریہ بہ قریہ اور گاؤں گاؤں تیس برس تک پھرتے رہے۔ علماء کرام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا وقت حصولِ علم دین اور عبادت خداوند قدوس میں مصروف رہے۔ جب معرفت اور پرہیزگاری میں کمال کی حدوں کو چھو لیا تو بسطام واپس آئے۔ خیال آیا کہ اپنی بوڑھی ماں کی زیارت کی جائے۔ دروازے پر پہنچ کر دستک دی۔ اندر سے آواز آئی "تم کون ہو"۔

حضرت بایزید نے جواب دیا میں بایزید ہوں۔

ارشاد ہوا کون بایزید۔

جواب دیا آپ کا بیٹا بایزید۔

بوڑھی والدہ نے جواب دیا۔ میں نے تو بایزید اللہ کو سونپ دیا تھا۔ اب میرا اس پر کوئی حق نہیں ہے۔ آپ یہ جواب سن کر پلٹ گئے۔

اعمال صالحہ

ایک دن آپ کی خدمت میں ایک نوجوان حاضر ہوا عرض کی حضرت آپ اپنی پوستین عنایت فرمائیں۔ شاید اس کی برکت سے نجات پاؤں۔

حضرت بایزید نے جواب دیا برخوردار اگر تو بایزید کی کھال اُتار کر بھی پہن لے پھر بھی نجات ممکن نہیں۔ اعمال صالحہ کرو، تجھے نہ بایزید کی پوستین کی ضرورت ہو گی نہ کسی سہارے کی۔ خداوند کریم خود ہی بخشش کے دروازے کھول دیں گے۔

بقیہ: عظیم تر سُنّی محاذ

بلکہ اسلامی نظامِ حیات اُس طرزِ زندگی اور نظامِ جہانبانی کا نام ہے جسے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین نے دنیا میں نافذ اور جاری کیا۔ انہیں یہ قبول ہے تو کھل کر متحدہ سُنّی محاذ کی تائید کریں اور اس کے مطالبات و مقاصد کو نظر انداز کر کے آئندہ کوئی پروگرام وضع کرنے کی کوشش نہ کریں۔

راولپنڈی کے سُنّی کنونشن میں یہ امر بھی باعث مسرّت و اطمینان ہوا کہ دیوبندی مکتبہ فکر کی تنظیموں کے راہنماؤں کے علاوہ اھلحدیث رہنما حضرت مولانا عبدالقادر روپڑی اور بریلوی مکتبہ فکر کے رہنما آستانہ عالیہ تونسہ شریف کے گدی نشین صاحبزادہ حضرت نذیر سلطان نے بھی کنونشن میں شرکت کی اور سنی قوم کے وسیع و عظیم تر اتحاد کے لیے پُرعزم جدوجہد کا عہد کیا۔ جامعہ حنفیہ کے جلسے میں بعض مقررین نے فقہ جعفریہ کے مقابلہ میں فقہ حنفی کا نام لیا۔ اس وقت مولانا عبدالقادر روپڑی بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اور دوسرے راہنماؤں نے اس پر اتفاق کیا کہ پاکستان اور پاکستانی قوم کو قرآن و سُنّت کے نظام کا قیام مطلوب ہے۔ ہمارا خیال بھی یہی ہے کہ فقہ حنفی قرآن و سنّت پر عمل کرنے ہی کے ایک طریق کا نام ہے۔ اس لیے تمام سُنّی جماعتوں کو اپنے عظیم مقاصد کے لیے متحد رہنا چاہیے اور ضروری ہے کہ ہر ایسے امر سے اجتناب کیا جائے جو دین اور صحابہ کرامؓ کے دشمنوں کے لیے حوصلہ افزائی کا موجب ہو۔

واٰخر دعوانا ان الحمد
للہ رب العٰلمین

عبدالبری سید انصاری

